حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکر ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

نور افشاں

نور افشاں ہے ضیا پاش ۱۹۲۹ء

قیمت
تین روپیہ ۸ در سالانہ
ایڈیٹر
پادری
ایس۔ ایم۔ پال
۲۶ نکلسن روڈ
لاہور
ہر قسم کے مضامین
اور خبریں وغیرہ صرف
ایڈیٹر کے نام روانہ کرنا
چاہیے

رجسٹرڈ
ایل نمبر ۱۹
مینیجر
پروفیسر محمد اسمٰعیل
صاحب ایم۔ اے
۱۱ میکلوڈ روڈ
لاہور
ہر قسم کی خط و کتابت
در بارہ تبدیلی مقام
و اشتہارات و ترسیل
زر بنام مینیجر صاحب
ارسال ہونا چاہیے

جلد ۵۷	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ یکم مارچ ۱۹۲۹ء	نمبر ۹

شعر و سخن

مسدس منت

گذشتہ سے پیوستہ

(از قلم حقیقت رقم شاعر شیریں مقال عالیجناب منشی کیدار ناتھ صاحب منت)

دیکھا جب اُس نے آنکھ سے جو کہ لگا تھا — توما کا شک یقین میں تبدیل ہو گیا
بولا وہ تو ہے میرا خداوند اے خدا — فرمایا تو نے مانا ہے جب آزما چکا
لیکن بغیر دیکھے جو ایمان لاتے ہیں
وہ ہیں مُبارک اور وہ تسکین پاتے ہیں

ایک جھیل تبریاس کی ہے کرتے ہیں بیاں — پھر شکار ماہی تھے شاگرد جب وہاں
لیکن انہوں نے کچھ نہ پکڑ پائیں مچھلیاں — آئے نظر مسیح خداوند ناگہاں
تو بھی اُنھوں نے جبکہ نہ پہچانا آپ کو
فرمایا اُن سے ہے تو دیں کچھ کھانا آپ کو

شاگردوں نے جواب نفی میں دیا مگر — ہم غوطہ زن تھے بحرِ تجسس میں رات بھر
مچھلی تو کیسی مچھلی کا پایا نہ ایک پر — کہنے لگے تب اُن سے خداوند بحر و بر
کشتی کے دہنے جال جو ڈالو تو پاؤ گے
گن لینا جتنی مچھلیاں تم کھینچ لاؤ گے

تب دہنے جال ڈال کے لائے کشاں کشاں — سو سے زیادہ اُس میں ترپن ۵۳ تھیں مچھلیاں
پطرس سے تھا یہ دوسرے شاگرد کا بیاں — تو دیکھتا نہیں کہ خداوند ہے یہاں
آبِ حیات اُن کو پلایا مسیح نے
اور مچھلیوں سے اُنکو کھلایا مسیح نے

جب کھانا کھا چکے تو خداوند نے کہا — پطرس تو جانتا ہے مجھے اُن سے کیا سوا
بولا میں چاہتا ہوں مگر اسمیں شک ہو کیا — فرمایا تب مسیح نے برّے مرے چرا
پھر پوچھا آپ نے یہ دوبارہ مجھے بتا
شمعون میں ہوں تجھکو پیارا مجھے بتا

پطرس نے تب جواب میں کی عرض پھر کہ ہاں — رکھتا ہوں میں عزیز تجھے اے عزیزِ جاں
بولا مسیح ہو مری بھیڑوں کا پاسباں — پھر بار سوم پوچھا کہ شمعون کر بیاں
کیا واقعی عزیز مجھے مانتا ہے تو
دلگیر ہو کے بولا کہ ہاں جانتا ہے تو

بولے مسیح اس سے کہ بھیڑیں مری چرا — سچ سچ میں تجھ سے کہتا ہوں جب تو جوان تھا
اپنی کمر کو آپ ہی باندھا کیا سدا — لیکن جو بوڑھا ہوگا تو باندھیگا دوسرا
جانا جہاں نہ چاہیگا لے جائینگے وہاں
مجبور کر کے جبر سے پہنچائینگے وہاں

جب کی اشارتاً یہ مسیحا نے گفتگو — کچھ موشگافیوں کی ہے جا جس میں سر مو
گر ان نوشتوں میں نہیں تفسیر ہو بہو — شاہد مگر ہے اس پہ تواریخ چار سو
کس موت سے بتایا ہے اس میں مریگا وہ
اس کا جلال کس طرح ظاہر کریگا وہ

نور افشاں

یکم مارچ ۱۹۲۹ء لاہور

مولوی ثناء اللہ صاحب کے الزامی جوابات پر نظر

۹

چل میرے خامہ بسم اللہ

مولوی ثناء اللہ صاحب جب میرے رسالہ کے جواب لکھنے سے نہایت بےبسی اور بیکسی کے ساتھ قاصر رہ گئے یعنی اسلام میں نجات ثابت نہ کر سکے تو الزامی جوابات کی آڑ میں پناہ ڈھونڈنے لگے۔ اور سارے الزامی جوابات بھی ایسے پرانے اور پوسیدہ کہ دقیانوس کے زمانے سے بھی برسوں آگے کے ہیں۔ بمصداق ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مولوی صاحب نے اپنی بہتری اسی میں دیکھی۔ چنانچہ آپ رقم فرماتے ہیں کہ

"مسیح علیہ السلام نے بھی اعمال شرعیہ پر عمل کرنے کی بہت تاکید کی ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں

تو زندگی میں داخل ہوا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر (انجیل متی ۱۹ باب ۱۸)

بس مختصر جواب تو یہی ہے کہ جس وجہ سے آپ نے اسلام کو چھوڑا یعنی احکام شرعیہ پر عمل کرنے سے آپ خوفزدہ ہوئے۔ وہی خوف انجیل میں بھی ہے"

(اہلحدیث ۵ اکتوبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۳)

پھر آپ اہلحدیث مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں کہ

"ہمارا خیال ہے کہ جس طرح پادری صاحب کی نظر سے یہ آیت قرآنی اوجھل رہی انجیل کا ایک مقام بھی انہوں نے نہیں دیکھا۔ دیکھا تو غور نہیں فرمایا ورنہ پادری صاحب اگر اعمال صالحہ سے گھبرا کر اسلام سے برگشتہ ہوئے تھے تو ادھر سے ہٹ کر عیسائی مذہب میں نہ جاتے۔ ممکن تھا آزاد ہو جاتے لیکن مسیحی نہ ہوتے۔ پس پادری صاحب غور سے سنیں مسیح فرماتے ہیں۔

جو کوئی ان (توریت کے) حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ پر جو عمل کرے اور سکھلاوے وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔ کیونکہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں (علماء یہود) سے زیادہ نہ ہو تو تم آسمان کی بادشاہت میں کسی طرح داخل نہ ہو گے"

انجیل متی باب ۵ فقرات ۱۹/۲۰۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اناجیل میں اعمال صالحہ پر بہت "تاکید" ہے۔ یہاں تک کہ قرآن شریف کی "تاکید" اسکے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہے۔ لیکن قرآن شریف کی "تاکید" میں اور اناجیل کی "تاکید" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قرآن شریف کی تاکید کے معنے خدا کے ساتھ تجارت کرنا ہے۔ چنانچہ خود مولوی صاحب نے ذیل کا شعر لکھکر اسکی تصدیق کی ہے کہ ؎

"ہیں عبادت سے چرانا اور جنت کی ہوس
کامچور اس کام پر کس منہ سے اُجرت کی ہوس"

(اہلحدیث ۵ اکتوبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۳)

اناجیل کی "تاکید" کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک حالت میں خدا کی "عبادت" کرنی لازمی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اسکو عبادت کی "اُجرت" میں "جنت" ملے یا عبادت نہ کرنیکی سزا میں دوزخ ملے ہم خدا کے فرزند ہیں۔ سعادتمند فرزندوں کا فرض ہے کہ اپنے باپ کے فرمانبردار اور مطیع رہیں خواہ انکا باپ انکو انعام دے یا نہ دے۔ غرضیکہ مسیحیوں کے اعمال صالحہ میں خوف اور رجاء کو مطلق دخل نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ اناجیل میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جو اس امر پر دلالت کرے کہ نجات اعمال صالحہ پر موقوف ہے برعکس اسکے اناجیل میں سینکڑوں ایسی آیتیں موجود ہیں جو نجات کو صرف ہمارے منجی کی ذات پر منحصر بتلاتی ہیں۔ چنانچہ ایسی چند آیتیں ہم نے اپنے رسالہ "میں کیوں مسیحی ہو گیا" میں نقل کی ہیں (دیکھو رسالہ بالا کے صفحہ ۳۱ - ۴۲ تک)

مولوی صاحب چونکہ اناجیل کی اصطلاحات سے واقف نہیں ہیں۔ اس لئے اناجیل میں جہاں کہیں ان کو لفظ "آسمان کی بادشاہت" مل گیا۔ انہوں نے وہاں یہ سمجھا کہ اس سے مراد "نجات" ہے۔ چنانچہ آپ اہلحدیث مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ "انجیل کے محاورہ میں نجات کو آسمان کی بادشاہت کہا گیا ہے" حالانکہ انجیل کے محاورہ میں "آسمان کی بادشاہت" نجات یافتوں یعنے مسیحیوں کا مقام ہے نہ کہ "نجات" اور مقام سے مراد انجیل جلیل کا دائرہ اثر ہے جسکو ہم کلیسیا کہتے ہیں۔ چنانچہ جن آیات کو آپ نے نقل کیا ہے خود ان میں اسکی تشریح موجود ہے کہ "آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا" اگر بقول آپکے آسمان کی بادشاہت سے "نجات" مراد ہوتی تو آسمان کی بادشاہت میں چھوٹا کہلانے کے کچھ بھی معنے نہیں ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی گنہگار اس میں سرے سے داخل ہی نہیں ہو سکتا ہے تو وہ اس میں کس طرح چھوٹا کہلایا جا سکتا ہے۔

نیز ایک اور آیت میں خداوند نے اور واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ "دیکھو خدا کی بادشاہت تمہارے درمیان ہے" (لوقا ۱۷: ۲۱) پس جہاں کہیں اناجیل میں اس قسم کے الفاظ آئے ہیں۔ وہاں ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جو ایسا ایسا کام کرتا ہے ایک ناقص مسیحی سمجھا جائیگا اور اس آیت کا اور اس قسم کی دوسری آیتوں کا مطلب کہ "اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں سے زیادہ نہ ہو تو تم آسمان کی بادشاہت میں کسی طرح داخل نہ ہو گے" یہ ہے کہ اگر تم اپنی تمام بدکرداریوں اور گناہوں کو ترک نہ کرو گے تو تم مسیحی جماعت میں کبھی داخل نہ ہو سکو گے کیونکہ مسیحی ہونے کے معنے یہی ہیں کہ گناہوں سے متنفر ہونا اور راستبازی کی زندگی بسر کرنا۔

پس اناجیل میں اعمال صالحہ پر اس لئے "تاکید" ہے کہ اعمال صالحہ ایمان یعنے مسیحی ہونے کی خاص علامت اور راستبازی کا نشان ہے یعنے ایک شخص کا مسیحی ہونا اسکے اعمال سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے اعمال انجیل کے ڈھانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ تو وہ ایک ایماندار اور



کامل مسیحی ہو - اور اگر اُسکے اعمال میں کچھ کسر باقی ہے تو وہ ایک ناقص یعنے چھوٹا مسیحی کہلائیگا اور اگر وہ بالکل بدکردار شخص ہے یعنے انجیل جلیل کے احکام کے خلاف چلتا ہے تو مطلق حقیقی مسیحی نہیں ہے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنے رسالہ میں قرآن شریف کی وہ معرکہ کی آیت نقل کی تھی جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ "ہر ایک شخص کو دوزخ میں داخل کرنا خدا پر فرض ہو چکا ہے"۔ مولوی صاحب نے اس آیت کے بالمقابل انجیل جلیل کی اس آیت کو پیش کیا ہے کہ "ہر ایک شخص آگ سے نمکین کیا جائیگا"۔ (مرقس ۹: ۴۹)۔ بیچارے مولوی صاحب کو اس آیت میں لفظ "آگ" کیا مل گیا گویا کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا۔ آپ سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد دوزخ کی آگ ہے۔ یہ صرف جناب ہی کے ذہن رسا کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ خود آنحضرت صلعم نے بھی اس "آگ" کو "دوزخ کی آگ" سمجھ کر وان منکم الا واردھا کی صورت میں قرآن شریف میں شامل فرمایا۔ چنانچہ میں نے ان دونوں آیتوں کو "ہمارا قرآن" میں بالمقابل نقل کیا ہو۔ میرے نقل کرنے کا مقصد صرف اسقدر تھا۔ کہ وہ لوگ جو بائبل مقدس سے واقف ہیں اس امر کا اندازہ کر سکیں کہ آنحضرت کو بائبل مقدس کی آیتوں کے نقل کرنے میں اسقدر شغف اور انہماک تھا کہ جو آیت بھی آپ کو مل جاتی تھی اُسکے مفہوم سے قطع نظر کر کے قرآن شریف میں شامل فرماتے تھے۔

مرقس کی آیت مافوق میں "آگ" سے مراد روح القدس ہے جو پاکیزگی کا سرچشمہ ہے جسکی تائید لفظ "نمکین" کرتا ہے جو پاکیزگی کی علامت ہے۔ انجیل جلیل میں بیسیوں جگہ روح القدس کو "آگ" سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جن میں سے ہم بطور نمونہ کے صرف ایک آیت پر اکتفا کرتے ہیں۔ غور سے سُنیئے "اور انہیں آگ کے شعلے کی سی پھٹتی ہوئی زبانیں دکھائی دیں اور ان میں ہر ایک پر آ ٹھہریں اور وہ سب روح القدس سے بھر گئے" (اعمال ۲: ۳ و ۴) لفظ "نمکین" کے متعلق ہم لکھ آئے ہیں کہ انجیل مقدس کی اصطلاح میں اسکے معنے پاکیزگی کی علامت کے ہیں۔ چنانچہ خود ہمارے منجی نے اپنے شاگردوں کو نمک سے تشبیہ دی ہے کہ "تم دنیا کے نمک ہو" (متی ۵: ۱۳)

پس آیت مافوق کے معنے یہ ہیں کہ کوئی شخص پاکیزگی حاصل نہیں کرسکتا ہے "اور جب تک روح القدس سے بہرہ یاب اور معمور نہ ہو جائے۔ اور اس کے بعد ہمارے منجی نے اپنے شاگردوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ ہر ایک سچے مسیحی پر روح القدس "آگ" اتریگا اور اُسکی زندگی "نمکین" یعنے پاکیزہ زندگی ہو جائیگی۔

اگر خداوند کا مقصد اس "آگ" سے دوزخ کی آگ ہوتا تو اُسکے ساتھ لفظ "نمکین" استعمال نہ فرماتے۔ لفظ "نمکین" کا استعمال فرمانا ہی اسکی کافی دلیل ہے۔ کہ اس "آگ" سے مراد روح القدس ہے نہ کہ دوزخ کی آگ۔ اب آیا سمجھ میں +

لمعات

مہاشہ عبدالحق صاحب ودیارتھی

مرزائی کا مذہب

مہاشہ عبدالحق صاحب اخبار پرکاش اور آریہ ویر کے ایڈیٹر صاحبان پر بجد نیلے پیلے ہو کر پیغام جنگ (پیغام صلح) مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۲۹ء میں لکھتے ہیں کہ

"اگر کسی میں شرم وحیا کا کوئی قطرہ باقی رہ گیا ہے تو وہ میرے ان الفاظ کا ثبوت دے کر جو پرکاش اور آریہ ویر نے شائع کئے ہیں کہ "اس پر مولانا عبدالحق نے الاعلان کہا کہ ہم مرزا صاحب کی ان تحریروں کے سوائے کہ جو الہامی ہیں اور کسی تحریر کو کلیتاً نہیں مانتے تو پنڈت دھرم بھکشو نے کہا کہ آپ یہ بات لکھکر دیدیں۔ پہلے تو مولانا ٹال مٹول کرتے رہے لیکن جب پنڈت جی اور پبلک نے اصرار کیا تو آپ کو لکھکر دینا پڑا۔ مذہبی باتوں کے متعلق تو یہ مشکل ہے کہ جو کچھ بھی آپ لکھتے جائیں آزاد ہیں مگر تحریری معاملہ ایک ہے جو ہمارے سامنے آیا ہے اس نے اس کے متعلق قانونی کارروائی کو سردست محفوظ رکھے ہوئے کہ تمہنے میرے مذہب اور میری عزت پر ایک نہایت مکروہ حملہ کرکے ایک سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ میری وہ تحریر جو میں نے آپ لوگوں کو لکھ کر دی اسکا عکس شائع کرو اور جو الفاظ آپ نے میری طرف منسوب کئے ہیں وہ دکھا دو ورنہ اس امر کا اعتراف کرو کہ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے جھوٹ ہے۔ میں اپنے اس مطالبہ کو نہیں چھوڑونگا جب تک تم اصل تحریر شائع نہ کرو اور مجھ سے معافی نہ مانگو۔

(پیغام صلح ۱۹ فروری ۱۹۲۹ء صفحہ ۵)

اللہ اکبر! ایں ہمہ تند وقاحت و ایں ہمہ غیظ و غضب! مسلمانوں کے پاس بجز مقدمہ بازی کے اور رہا ہی کیا ہے۔ مقدمہ بازی کی دھمکی دینے اور توہین عزت کے ماتم کرنے سے کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے نقصان اور سبکی ہوجاتی ہے اور مخالفین کو نکتہ چینی کا اور زیادہ موقعہ ہی نہیں ملتا ہے بلکہ مذہبی رواداری اور صبر اور برداشت کا خون بھی ہوتا ہے اگر احمدیت میں آپ کو رواداری صبر اور برداشت کی تعلیم نہیں ملتی ہے تو ذرا اپنی آنکھوں سے تعصب کا چشمہ ہٹا کر مسیحیوں کو دیکھئے کہ وہ کس قدر صبر و تحمل کے ساتھ ہر گندہ ناکسی کی بد باشی کو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر لیتے ہیں کل ہی کا ذکر ہے کہ آپکے پیغام جنگ (پیغام صلح) نے میرے متعلق یہ لکھا کہ "نور افشاں اور اس کے نیم عیسائی مسٹر ایل" (پیغام صلح ۱۳ فروری ۱۹۲۹ء) ایک ایسے شخص کو جو باقاعدہ پادری ہو اور اپنی جماعت میں وہی عزت اور مرتبہ رکھتا ہو جو آپ کے تقدس مآب امیر کو آپ کی جماعت میں حاصل ہو "نیم عیسائی" کہنا ایسی توہین ہے جو درحقیقت قابل مواخذہ اور ایک سنگین جرم کا ارتکاب ہے۔ بایں ہمہ ہم نے اسکو اسی طرح برداشت کیا جس طرح آپ کے بانی مبانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تمام مغلظات کو بشکر برداشت کرتے رہے اور ہمارے منہ سے اُف تک نہ نکلا۔ اسلئے ہماری دوستانہ صلاح یہ ہے کہ مذہبی معاملات میں اپنی ستی دونی عزت کا خیال نہ فرماکر اپنے مخالفین کی تسکین دلائل سے فرمائیں +

ہاں آپ کا یہ جملہ ہماری سمجھ میں نہ آیا کہ "تمنے میرے مذہب اور میری عزت پر ایک نہایت مکروہ حملہ کرکے ایک سنگین

جرم کا ارتکاب کیا ہے"۔ اب تک تو ہم یہی سمجھتے رہے تھے کہ آپ کا "مذہب و دعوت" اسلام کے طریق پر ہے لیکن آج معلوم ہوا کہ ہم غلطی پر تھے۔ درحقیقت آپ مرزا صاحب کی تمام تصانیف کو وہی درجہ دیتے ہیں جو ایک مسلمان قرآن اور احادیث کو دیتا ہے۔ اور یقیناً تمام احمدیوں کا یہی ایمان ہوگا۔ اگر یہ درست ہے تو اپنے تقدس مآب مولوی محمد علی صاحب کے متعلق آپ کیا رائے رکھتے ہیں۔ جنہوں نے بیسیوں مسائل میں مرزا صاحب کے عقاید اور تصانیف سے کھلے طور پر اختلاف کیا ہے اگر آپ استثناء کریں تو ہم نورافشاں کی آئندہ اشاعتوں میں بکثرت ایسے مسائل پیش کرینگے۔

پس جب مولوی محمد علی صاحب آپ کے امیر ہونے کے باوجود مرزا صاحب کی ہر ایک بات کو نہیں مانتے ہیں اور پھر بھی اُن کے "مذہب" اور "دعوت" پر حرف نہیں آتا ہے تو آپ کے نہ ماننے سے آپ کے "مذہب" اور دعوت پر کس طرح حرف آسکتا ہے۔ کیا آپ اس معما کو حل فرمائینگے؟

حضرت یونس اور مچھلی کے قصہ کی صداقت کا ثبوت

زمانہ حال کے ماہی گیروں کی شہادتیں

حال ہی میں لاٹ پادری گور نے انجیل مقدس کی جو جدید تفسیر شائع کی ہے۔ اس میں حضرت یونس (علیہ السلام) اور مچھلی کے قصہ کی تردید کی گئی ہے۔ مسٹر جی پائیچ بن ساکن گرینسٹم سوڈ سیار کبیرڈک علاقہ برمنگھم نے ایک ملاقات کے دوران میں جو بیان دیا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ لاٹ پادری صاحب کا پیش کردہ استدلال کم علمی اور ناقص معلومات پر مبنی ہے۔ مسٹر بن انگلستان کی اخبارات میں شائع کراتے ہیں کہ ۲۰ سال ہوئے ایک وہیل مچھلی کی لاش برمنگھم کے ایک کھلے میدان میں نمائش کے لئے رکھی گئی تھی۔ ہم گیارہ ۔ بارہ آدمی اس مچھلی کے منہ اور گلے کے راستے گذر کر اس کے پیٹ میں داخل ہوئے جو ایک اچھے خاصے کمرے کے برابر تھا۔ اور گلا اسقدر کھلا تھا کہ دروازے کا کام دیتا تھا۔ اس قسم کی مچھلی کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ ایک آدمی کو نگل لے۔

مسٹر بن نے سر فرنس فاکس کی تصنیف سے بھی ایک حوالہ پیش کیا۔ جس میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۸۹۳ء میں جزیرہ فاک لینڈ میں دو کشتیوں نے ایک وہیل مچھلی پر حملہ کیا۔ مچھلی نے ایک کشتی کو دم مار کر اولٹ دیا۔ اس کشتیوں والوں میں سے مسٹر جیمز بارٹلے باوجود تلاش کے نہ مل سکے مچھلی ماری گئی۔ دوسرے دن صبح کے وقت اس مچھلی کا معدہ تختہ جہاز پر ڈالا گیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ معدہ میں کوئی چیز حرکت کر رہی ہے ملاح خوفزدہ ہوگئے۔ لیکن جب معدہ کو پھاڑ کر دیکھا گیا تو اُسکے اندر مسٹر بارٹلے گچھم گچھا ہوئے ہوئے بیہوشی کی حالت میں پڑے تھے۔ کپتان جہاز نے ان کو نکالکر علاج معالجہ شروع کرایا۔ آہستہ آہستہ ان کے حواس بجا ہوگئے اور تین ہفتہ کے بعد وہ بالکل تندرست ہوگئے۔ بارٹلے کا بیان ہے کہ میں دہشت کی وجہ سے بیہوش ہوگیا تھا۔ ورنہ معدہ میں اسقدر ہوا موجود تھی کہ اگر میں بھوک کی وجہ سے ہلاک نہ ہوتا تو ہرگز نہ مرتا۔

وہیل مچھلی کی شکارگاہ کے منیجر نے بھی بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک وہیل مچھلی کے پیٹ سے ۸ فٹ لمبے گھڑیال کی لاش نکالی تھی۔ (انقلاب مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۲۹ء)

افریقہ کا ایک بلند ترین پہاڑ

ایک انگریز مشنری مسٹر ولیم۔ جے۔ ڈبلیو۔ روم نے سیاحت افریقہ کے متعلق ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس مشنری نے افریقہ میں ایک لاکھ میل سفر کیا ہے۔ اور کئی دفعہ بر اعظم کو شرقاً غرباً اور شمالاً وجنوباً عبور کیا ہے۔ اس سفرنامہ میں مبلغ موصوف بر اعظم افریقہ کی بلند ترین چوٹی کلیماں جاسرو پر چڑھنے کا حال قلمبند کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس پہاڑ پر سطح سے دو ہزار سے ۱۵ ہزار فٹ کی بلندی تک پہونچنا آسان کام ہے اسکے بعد ایک سطح مرتفع آجاتی ہے۔ مشنری کے ہمراہ اُس کا لڑکا اور ایک امریکن دوست تھا۔ یہ لوگ دو دن اس سطح مرتفع پر رہے پہلے ان کے ہمراہ ۱۵ دیسی باشندے تھے۔ اُسکے اوپر کی چڑھائی پر چار آدمی ساتھ گئے۔ چڑھتے چڑھتے یہ لوگ کیبو نامی کے دامن تک پہنچ گئے۔ اور رات ایک غار میں رہے۔ وہاں جلانے کے لئے اُن کے پاس لکڑی بھی نہ تھی صرف چند شاخیں اپنے ہمراہ لائے ہوئے تھے۔ جنہیں جلا کر انہوں نے چائے گرم کی۔ کیبو کے دہانہ آتش فشاں میں پہنچے جو برف سے ڈھکا ہوا ہے۔ انہیں آگے بڑھنے کی جراءت نہ ہوئی۔ وہاں سے بلند ترین چوٹی کا سر دو سو فٹ کی بلندی پر تھا۔ مشنری موصوف نے وہاں ایک غار میں بائبل رکھی جو لوہے کے صندوق میں بند تھی۔ اس غار کو مقامی لوگ خدا کا گھر کہتے ہیں اور چوٹی کو جو ہر وقت برف سے ڈھکی رہتی ہے جبل القمر یا چاند کا پہاڑ کا نام دیتے ہیں بطلیموس نے لکھا تھا کہ دریائے نیل جبل القمر سے نکلتا ہے۔ اور وہ جبل القمر یہی ہے (انقلاب ۲۰ جنوری ۱۹۲۹ء)

خاص مضامین

کتب عہد جدید کی صحت پر ایک محققانہ نظر

۱۲

اور اس میں چاروں انجیلوں کی آیات موجود تھیں۔ پس پہلی پانچ صدیوں میں اس کتاب کا رواج عام ہوگیا۔ حتیٰ کہ اس کتاب کے مختلف زبانوں مثلاً آرمینی۔ لاطینی۔ عربی وغیرہ وغیرہ میں ترجمہ ہوگیا اور اسکی تفسیریں بھی لکھی گئیں۔ اس وقت پوپ صاحب کے کتب خانہ میں اس کتاب کے عربی ترجمہ کے دو قلمی نسخے موجود ہیں۔

اب ناظرین پر اس ترجمہ کی حقیقت ظاہر ہوگئی ہوگی۔ جب سنہ ۱۷۰ء میں ترجمہ کیا گیا تو ظاہر ہے وہ ان یونانی نسخوں سے ترجمہ کیا گیا ہوگا۔ جو اس زمانہ میں رائج تھے اور جو سنہ ۱۵۰ء میں یا اس سے پہلے لکھے گئے تھے۔ لہٰذا اُن کا متن نہایت مستند متن ہوگا۔

(ب) پرانا شامی ترجمہ۔ اس ترجمہ کے دو قلمی نسخے اور حاضرہ میں ہمارے پاس ہیں۔ ایک نسخہ کیورٹن جس کو

سنہ ۱۸۴۲ء میں انگلستان کے عجائب خانہ کے اسسٹنٹ ڈاکٹر کیورٹن نے چھپوایا تھا اور مصر سے دستیاب ہوا تھا اس نسخہ میں ذیل کی انجیل عبارتیں موجود ہیں۔ متی ۱: ۱ تا ۸: ۲۲- ۱۰: ۳۲ تا ۲۳: ۲۵ مرقس ۱۶: ۱۷-۲۰ لوقا ۲: ۴۸ تا ۳: ۱۶ ۷: ۳۳ تا ۱۶: ۱۲- ۱۷: ۱۶ تا ۲۴: ۴۴ یوحنا ۱: ۱ تا ۴۲- ۳: ۵ تا ۸: ۱۹- ۱۴: ۱۰- ۱۹: ۸ تا ۱۴: ۱- ۱۴- ۳ تا ۱۲: ۱۲- ۱۴: ۱۵-۱۹ ۱۴: ۱- ۲۴: ۲- ۱۴: ۲۶-۲۹ ترتیب اناجیل میں لوقا کی انجیل یوحنا کے بعد لکھی ہے۔

یہ نسخہ پانچویں صدی کے آخر میں لکھا تھا یعنی سنہ ۴۵۰ء اور سنہ ۵۰۰ء کے درمیان لیکن یہ ترجمہ دوسری صدی مسیحی میں کیا گیا تھا۔

دوسرا نسخہ کوہ سینا سے دو خواتین مسز لوئیس اور مسز گبسن کو دستیاب ہوا تھا۔ یہ نسخہ ایک چرمی قرطاس پر لکھا ہے نچلی عبارت انجیل ہے جسکو نرم پتھر سے رگڑ کر دو سطروں کے درمیان ایک عبارت لکھی گئی تھی۔ اس نچلی عبارت سے جو دھیمی سی نظر آتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے شروع کا ہے۔ یعنی وہ سنہ ۳۵۰ء اور سنہ ۴۲۵ء کے درمیان لکھا گیا۔ اس نسخہ میں ذیل کی انجیل عبارتیں موجود ہیں متی ۱: ۱ تا ۶: ۱۰- ۸: ۳ تا ۱۶: ۱۵- ۱۷: ۱۱ تا ۲۰: ۲۴- ۲۱: ۲۰ تا ۲۸: ۷ مرقس ۱: ۱۲- ۴: ۴۴- ۶: ۲ تا ۱۶: ۲۴: ۵۳ یوحنا ۱: ۲۵- ۴۷: ۲ تا ۱۶: ۵- ۳۷: ۵ تا ۶: ۲۵- ۵: ۴۶ تا ۱۸: ۳۱- ۱۹: ۴۰ تا ۲۱: ۲۵۔

(ج) پشیتو جس طرح رومی کلیسیا کا مستند ترجمہ ولگیٹ ہے اور انگریزی کلیسیا کا مستند ترجمہ ... پشیتو ہے۔ اس نام سے مراد سادہ ہے۔ یہ ترجمہ گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے شامی کلیسیا میں رائج ہے۔ اس میں عہد عتیق تمام اور کامل موجود ہے اور عہد جدید کی کتب میں سے ۲ پطرس ۲ یوحنا ۳ یوحنا۔ یہوداہ کا خط اور مکاشفات کی کتاب نہیں ہیں۔ کیونکہ جب یہ ترجمہ کیا گیا تھا اس وقت شامی کلیسیا میں ان کتب کا رواج نہیں تھا۔ جس سے ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ یہ ترجمہ کتنا قدیم ہے۔

... اسی طرح شامی کلیسیا کا مستند ترجمہ

شامی کاتب کتابت کی صحت کے لئے تمام دنیا میں مشہور تھے۔ انہوں نے اس ترجمہ کی نقلیں ایسی صحت اور خوبصورتی سے کی ہیں کہ اس ترجمہ کے مختلف نسخوں میں مشکل سے اختلافات ملتے ہیں۔ اس ترجمہ کے قدیم نسخے جو دورِ حاضرہ میں موجود ہیں شمار میں دو سو تینتالیس (۲۴۳) ہیں۔ جن میں ۱۰۲ نسخے برطانوی عجائب خانہ میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے بعض نسخے نہایت قدیم ہیں۔ اور کاتبوں نے سن کتابت بھی لکھا ہوا ہے۔ سب سے قدیم نسخہ پانچویں صدی کا ہے۔ ایک درجن کے قریب نسخے چھٹی صدی کے ہیں۔ جن میں سے چار پر ذیل کی تاریخیں موجود ہیں۔ از سنہ ۵۳۰ء تا ۵۳۹ء یعنی کاتب نے اس نسخہ کو دس سال میں لکھا جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس حزم اور احتیاط سے یہ کاتب لکھا کرتے تھے۔ باقی تین نسخوں کی کتابت ختم ہونے کے سن ۵۳۴ء سنہ ۵۴۸ء اور سنہ ۵۸۶ء ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ کب کیا گیا۔ جب ہم اس بات کو مدنظر رکھتے ہیں کہ یہ ترجمہ تمام شامی کلیسیا میں مروج ہے اور کہ سنہ ۴۳۱ء میں نسطوری کلیسیا الگ ہو گئی تھی تو ہم پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ ترجمہ نہ صرف سنہ ۴۳۱ء سے پہلے کا کیا ہوا ہے۔ بلکہ سنہ ۴۳۱ء میں یہ ترجمہ ایسا قدیم اور مستند سمجھا جاتا تھا کہ گو اس وقت شامی کلیسیا میں پھوٹ پڑ گئی تھی تاہم اس پھوٹ کا اثر اسکی عام مقبولیت پر نہ پڑا جس سے ہم اس ترجمہ کی قدامت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ ترجمہ دوسری صدی یعنی سنہ ۱۵۰ء اور سنہ ۲۰۰ء کے درمیان کیا گیا تھا۔ دیگر علماء کا خیال ہے کہ یہ ترجمہ تیسری یعنی سنہ ۲۰۰ء اور سنہ ۳۰۰ء کے درمیان کیا گیا تھا۔ مؤخر الذکر علماء کے خیال کے مطابق وہ ترجمہ جسکی نقل مذکورہ بالا کوہ سینا کا نسخہ ہے اس پشیتو ترجمہ سے زیادہ قدیم ہے اسی وجہ سے اس کا نام پرانا شامی ترجمہ رکھا گیا ہے اور پشیتو کے مترجموں نے ترجمہ کرتے وقت اس پرانے شامی ترجمہ کو ضرور پیش نظر رکھا تھا۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ دونوں ترجمے کتنے قدیم ہیں۔ اگر پشیتو تیسری صدی کا ترجمہ ہے تو کوہ سینا کے نسخہ والا ترجمہ اس سے بھی زیادہ قدیم یعنی دوسری صدی کا ہوگا۔

برکت اللہ

مراسلات

قطعہ تاریخ وفات

مسٹر عطاء اللہ صاحب ناصر مرحوم و مغفور سینئر آڈیٹر لوکل فنڈ

(از قلم حقیقت رقم جناب منشی کیدار ناتھ صاحب منت گوجرانوالہ)

تری موت سے اے عطاء اللہ ناصر
عزیزوں کی آنکھوں میں چھایا اندھیرا
کٹے دُکھ کے دن اور مٹیں غم کی راتیں
ہوا شام ہستی کا آخر سویرا
تری موت کا سن یہ منت نے لکھا
۱۹۲۹ء
ہوا ہے ہمیں غم عطاء اللہ تیرا

مرسلہ۔ ایف نجم الدین

دیکھی اور اندیکھی چیزیں

(از قلم عالیجناب پی۔ این نعمت صاحب بی۔ اے)

دیکھی ہوئی چیزیں چند روزہ ہیں مگر اندیکھی چیزیں ابدی ہیں۔ ۲۔ کرنتھیوں ۴: ۱۸

ابتدائے آفرینش سے انسان کے دل میں یہ خواہش متلاطم رہی ہے کہ کس طرح اپنا رشتہ حیات ہمیشہ کے لئے مضبوط و مستحکم کرسکے لیکن آدم کے گرنے سے ہم سب گنہگار ہوئے۔ اور گناہ کی مزدوری موت ہوئی۔ الغرض ہماری کل جد و جہد رائیگاں ہے۔ دنیا کی کسی شے پر نظر ڈالو تغیرات و تبدلات کے جوہر نمایاں طور سے دکھائی دیتے ہیں۔ قدرت کے گوناگوں اور بوقلموں رنگوں میں فنا کی بو آتی ہے۔ موسم کا بدلنا یقینی ہے کبھی باد بہاری ہماری رگ و پے میں نیا خون پیدا کرتی ہے کبھی باد خزاں ہمارے دلوں کو پژمردہ کئے دیتی ہے۔ غرضیکہ ہر شے کمال و زوال تک آتا ہے اور بمصداق ہر کمالے را زوالے ہر ایک رو بہ تنزل ہو رہی ہے اور ہمارے دل سے بیساختہ نکل جاتا ہے یہ سب کچھ چند روزہ ہے

یہ تو قدرت کا حال ہے جو ہر روز ہمارے گرد و پیش وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے۔ تاہم ہم اپنی چند روزہ زندگی میں ایسے منہمک رہتے ہیں کہ یہ سب معمولی واقعات ہیں۔ لیکن اگر ہم ان سے قطع نظر کریں تو انسانی زندگی ہمارے لئے اس سے بدرجہا عبرتناک ہے۔ ہم خوشی و شادمانی کے سرسبز باغ میں گشت لگاتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد باد سموم کے ناخوشگوار جھونکے اسے جھلس کر خاک بنا دیتے ہیں اور ہماری کل آرزوئیں خاک ہو جاتی ہیں۔ اور ہم پکار اُٹھتے ہیں فانی فانی۔ یہ سب کچھ فانی ہے۔ ایک عورت اپنی خانگی زندگی میں شاد و خرم نظر آتی ہے۔ اور یہ خوشی دن بدن روبہ ترقی ہوتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ نہایت ہی مسرت آمیز وقت گذارتی ہے کہ دفعتہً اُسے ایک نادیدہ ہاتھ دکھائی دیتا ہے۔ جو اُسکے خاوند کی طرف بڑھا چلا آتا ہے۔ وہ حیران و سراسیمہ ہوتی ہے۔ اسکا خاوند کسی مہلک اثر مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ اِدھر سردی کا مصیبت وہ موسم اُدھر اس مرض کی گرفت گویا ایک دل دخیل آرزو۔ آخر وہ نادیدہ ہاتھ بڑھتا ہے۔ اور چند روز کے بعد اسکے خاوند کا رشتۂ حیات منقطع ہو جاتا ہے اور وہ بیچاری بچوں کے ساتھ تنہا چھوڑ دی جاتی ہے۔ اسکی خوشی چند روزہ تھی۔

یہی حال ہماری زندگیوں کا ہے۔ ہمارے قرب و جوار میں اموات ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن کیا مجال کہ ہمارے کانوں پہ جوں تک رینگ جائے لیکن ایک روز آئیگا کہ ہم بھی جنازے کے ہمراہ جائینگے۔ اس مرتبہ یہ جنازہ اور جنازوں سے فرق ہوگا۔ یہ ہمارا جنازہ ہوگا۔ ہم اسی طرف لئے جائینگے جس طرف ہم کسی اور کو لئے جاتے تھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد قبرستان میں ایک اور تودۂ خاک نمودار ہوگا۔ لیکن یہ تودہ اوروں سے بالکل فرق ہوگا۔ یہ ہمارا تودہ ہوگا۔ اور اس میں ہم سو رہے ہونگے۔ اور ہم بھی اپنے پیشرؤں کی مانند موت کے جام کو پی کر ابدی سرور اور نادیدہ زندگی میں شمولیت حاصل کرینگے۔

بہرحال کوئی سلیم العقل انسان اسبات سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ دیدہ چیزیں چند روزہ اور فانی ہیں مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اندیکھی چیزیں کیا ہیں جو اسی دنیا کی پرورش پاتے ہیں۔ تاہم اس دُنیا کے ساتھ ختم نہ ہونگی؟ ممکن ہے کہ یہ سوال کسی کے لئے گراؤنڈ ثابت ہو لیکن جب ہم پر عیاں ہوتا ہے کہ ایک نادیدہ ہستی موجود ہے جو سب پر قادر ہے جسے چاہے ہم خدا یا سبب اول یا علت اُولیٰ یا الشمس یا ہیولیٰ یا الشعور کہیں موجود ہے جو کہ کاروبار دنیا میں مصروف ہو تو اس راز سربستہ کا انکشاف ہوتا ہے کہ الفا و امیگا۔ اول اور آخر وہی ہے۔ پھر اس زمانہ کے دکھ درد کل صعوبتیں اور تصدیع ہمارے لئے ہیچ ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب چند روزہ ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک اندیکھی مسرت ہے جو اس دُنیاوی زندگی کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ "کیونکہ میری دانست میں اس زمانے کے دکھ درد اس لائق نہیں کہ اس جلال کے مقابل ہو سکیں جو ہم پر ظاہر ہونے والا ہے"۔

اندیکھی چیزوں میں سے سب سے پہلے ہم نادیدہ خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں جو کل اشیا کا مبدا اور ملجا ہے۔ وہ نادیدہ خدا ہے۔ "تم نے نہ کبھی اُسکی آواز سنی ہے اور نہ اُسکی صورت دیکھی"۔ اور "خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے"۔ "خدا روح ہے"۔ یوحنا ۴:۲۴ اور یوں صراحت ہوئی ہے کہ "اللہ واحد ذوالحیات اور برحق ہے۔ وہ ازلی و ابدی ہے۔ وہ غیر متجسد۔ غیر منقسم اور غیر متاثر ہے۔ اسکی قدرت و حکمت و خوبی بیحد ہے۔ وہ سب مرئی و غیر مرئی چیزوں کا خالق اور حافظ ہے۔ اور اس وحدت الٰہی میں تین اقانیم ہیں۔ یعنی باپ۔ بیٹا اور روح القدس۔ جنکا جوہر اور قدرت اور ازلیت ایک ہی ہے"۔ اب اس خدا کے تصور کو ہم صرف ایمان ہی کے ذریعہ لا سکتے ہیں کیونکہ "ایمان امید کی ہوئی چیزوں کا اعتماد اور اندیکھی چیزوں کا ثبوت ہے"۔ عبرانیوں ۱۱:۱۔ لیکن اگر ہم عقلی دلائل سے ثابت کرنے کی سعی کریں تو بالکل لاحاصل ہوگی۔ جبکہ ہم معمولی واقعات کو عقل سے ثابت نہیں کر سکتے۔ تو خدا کی ذات جو انسانی حسوں کے مقابلہ میں نہایت ہی اعلےٰ ہے کب ثابت کر سکینگے۔ اس دنیا میں ہم کئی امور کو محض معتبر شہادت کی بنا پہ مانتے ہیں۔ مثلاً اگرچہ ہم نے انگلستان و امریکہ نہیں دیکھے۔ تاہم ہمیں یقین ہے کہ وہ صفحۂ دنیا پہ موجود ہیں

اسی طرح اس اندیکھے خدا کے متعلق ہمارے پاس معتبر شہادت موجود ہے۔ اور وہ اسکے اکلوتے بیٹے کی۔ اور اس نے خود کہا میرے پاس جو گواہی ہے۔ وہ یوحنا کی گواہی سے بڑی ہے۔ کیونکہ جو کام باپ نے پورے کرنے کو دیا الخ۔۔۔" یعنی یہ باپ کی گواہی ہے۔ اور "باپ جس نے مجھے بھیجا ہے اُس نے میری گواہی دی"۔ "میں تم سے سچ سچ کہتا ہے بیٹا آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ سوا اسکے جو باپ کو کرتے دیکھتا ہو"۔ کیونکہ جسے خدا نے بھیجا وہ خدا کی باتیں کہتا ہے۔ الغرض ایسے کئی مقامات ہیں جن سے یہ ظاہر بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ نادیدہ خدا کا ظہور وحید بیٹے میں ہوا۔ اور "جس نے بیٹے کو دیکھا اُس نے باپ کو دیکھ لیا"۔

اور جب ہم دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو اُسکے حدوث اور تغیر و تبدل سے اور اسکی تغیر پذیر اور گوناگوں حالت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک لامحدود اور واجب الوجود ہستی ہو جو اُسکی جڑ اور موجد ہے۔ کیونکہ دنیا ایسے محدود حصوں سے مشتمل ہے جو آپس میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور وہ ان میں سے ہر ایک سے خاص خاص تعلق رکھتی ہے لہٰذا اُسکے حصص میں قائم بالذات ہونے کا خاصہ موجود نہیں ہے یعنے دنیا کا کوئی حصہ قائم بالذات نہیں۔ یعنی وہ واجب الوجود نہیں۔ لہٰذا اس کا موجد کوئی نہ کوئی سبب اولیٰ ہے۔ اس سبب اولیٰ کو ہم خدا کہکر پکارتے ہیں۔ جو نادیدہ۔ ذی عقل۔ ذی فہم اور ذی علم ہے۔ "اگرچہ اُسکو نہیں دیکھا تاہم اس پر ایمان لاکر ایسی خوشی مناتے ہیں جو بیان سے باہر اور جلال سے بھری ہے"۔ ۱ پطرس ۱:۸ علاوہ ازیں خدا کی ہستی کا ثبوت علت غائیہ سے مربوط ہے جسے ترتیب و تجویز کی دلیل کہا جاتا ہو اور ہمیں یقین آجاتا ہے کہ ایک ہستی موجود ہے جو سب پر قادر ہے جسکو ہم نہیں جان سکتے۔ لیکن اس ہستی کا اظہار اُسکے وحید بیٹے میں ہوا۔

اس بیٹے میں ایک اندیکھی زندگی چھپی ہے۔ جسکا ذکر اُس نے کئی مرتبہ اپنی زمینی زندگی میں کیا۔ یہ ہمیشہ کی زندگی ہے جسکی کوئی انتہا نہیں۔ جہاں رنج و غم۔ دکھ درد کو دخل نہیں۔ "وہاں نہ رونا ہوگا نہ دانتوں کا پیسنا"۔ اس کے بعد ان کو نہ بھوک لگیگی نہ پیاس اور نہ کبھی اُن کو دھوپ



ستائیگی نہ گرمی۔ کیونکہ جو برّہ تخت کے بیچ میں ہے وہ اُنکی گلہ بانی کریگا۔ اور اُنہیں آبِ حیات کے چشموں کے پاس لے جائیگا اور خدا اُن کے سب آنسو پونچھ دیگا۔" مکاشفہ ۷: ۱۶ و ۱۷۔ "اور جو بیٹے پر ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُسکی ہے" یوحنا ۳: ۳۶ "جو میرا کلام سنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہو۔ ہمیشہ کی زندگی اُسکی ہے" یوحنا ۵: ۲۴۔ اُس نے خود اپنے باپ کی مرضی یوں ظاہر کی "جو کوئی بیٹے کو دیکھے اس پر ایمان لائے ہمیشہ کی زندگی اُسکی ہے" ایضاً ۶: ۴۰ غرضیکہ ایسے کئی مقامات پر اس نادیدہ زندگی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یوحنا رسول بھی اپنے خط میں ہمیں اسی گواہی کا یقین دلاتے ہوئے لکھتا ہے "وہ گواہی یہ ہے کہ خدا نے ہمیں ہمیشہ کی زندگی بخشی اور یہ زندگی بیٹے میں ہے۔" پہلا خط ۵: ۱۱۔ یہ ایک نادیدہ چیز ہے اور ہمیں بار بار تاکیداً کہا جاتا ہے کہ یہ ابدی اور نہ منقطع ہونے والی حیات ہوگی یہ آئندہ زندگی میں ملتی ہے مسیح نے خود اپنے شاگردوں کی توجہ اس طرف منعطف کرائی لوقا ۱۰: ۲۰ اور پولوس رسول عبرانیوں کے خط میں اسی نادیدہ خوشی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مسیح نے بھی آیندہ کی دوامی خوشی کے لئے "دکھ سہا۔" "ایمان کے بانی اور کامل کرنے والے یسوع کو تکتے رہیں۔۔ جس نے اس خوشی کے لئے جو اُسکی نظروں کے سامنے تھی شرمندگی کی پروا نہ کر کے صلیب کا دکھ سہا۔" عبرانیوں ۱۲: ۲ بہرحال ہم اس پر جتنا بھی غور کریں یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہ نادیدہ روح جو ابدی ہے اس جسم کی موت کے بعد (اگر انسان مسیح میں ہے) نادیدہ اور ابدی خوشی و راحت کی حقدار ہوتی ہے۔

ہم پر یہ عیاں ہوگیا ہے "اندیکھی چیزیں ابدی ہیں" اور ابدی خوشی اور زندگی ہمیں ضرور حاصل کرنی چاہیے میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ اس مضمون میں حیات بعد الممات پر بحث کروں۔ لہٰذا اس مضمون کو کسی اور وقت کے لئے اُٹھا رکھتا ہوں۔ لیکن جب ہمیں معلوم ہوگیا کہ ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنی چاہئے تو یہ سوال عائد ہوتا ہے کہ یہ زندگی ہم کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔

اول۔ مسیح پر ایمان لانے سے۔ کیونکہ جو بیٹے پر ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُسی کی ہے۔" "لیکن جو بیٹے کو نہیں مانتا زندگی کو نہ دیکھیگا۔" "بلکہ جو اس پر ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُسکی ہے۔" "اور اُس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا بلکہ وہ موت سے نکلکر زندگی میں داخل ہوگیا۔" پس نجات کے لئے مسیح پر ایمان لانا لازمی ہے۔ کیونکہ اُس نے خود کہا "دروازہ میں ہوں اگر کوئی مجھ سے داخل ہو تو نجات پائیگا" یوحنا ۱۰: ۹ ۔

دوئم۔ مسیح سے قرابت حاصل کرنے کے بعد لازمی ہے کہ ہم اُسکے نقش قدم اُسکی تعلیم و تلقین پر چلنے کی سعی بلیغ کریں کوئی مضائقہ نہیں کہ ہمیں مصیبت و تعذیب کا سامنا کرنا ہوگا۔ لیکن فتح ہماری ہوگی اور ہمیں "زندگی کا تاج" ملیگا پھر ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ راستی۔ راستی ہی۔ اور غلط غلط ہے۔ مسیح کی تعلیم راست ہے۔ اور راستی پر مبنی ہے۔ لہٰذا اس میں شک کی شمہ بھر گنجایش نہیں۔ اور "سچائی تم کو آزاد کریگی۔" مسیح کی تعلیم کی روشنی بھی ٹمٹماتی تک نہیں۔ وہ ہمیں دشوار گذار گھاٹیوں اور بھیانک جنگلوں سے نکالکر سرسبز چراگاہوں اور حیات کے چشموں کے پاس لیجائیگی۔

سوئم۔ ان کے ساتھ ہی ہمیں دعا کی اشد ضرورت ہے۔ ہم دعا سے تقویت حاصل کر سکتے ہیں اور خداوند مسیح ہمیں ہمارے ایمان میں مضبوط و مستحکم رکھیگا اور ہمارے پاؤں کبھی لغزش نہ کھائینگے۔ اگر ہم مسیح میں رہ کر یہ زندگی گذاریں تو ہماری کل مشکلیں حل ہو جائینگی اور پھر یہ دیدہ چیزیں جو فانی اور چند روزہ ہیں۔ ہمارے لئے ہرگز مرغوب خاطر نہ ہونگی۔ بلکہ ہماری توجہ کا مرکز وہ اندیکھی چیزیں ہونگی جو ابدی ہیں اور پھر ہم اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرنے کی دھن میں لگ جائینگے "جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ۔ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں" ۔

التماس

ناظرین نور افشاں سے التماس ہے کہ نور افشاں کی توسیع اشاعت کے لئے سرگرم کوشش کرتے رہیں ۔

مسیحی نوجوانوں کیلئے ایک مژدہ جانفزا

(از قلم عالیجناب مسٹر طیموز صاحب مدیرِ مسیحی) ۔

مدت مدید سے ہم اس اُدھیڑ بن میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح سے ہم ہمیشہ وکالت کو جو ہمارے گلے کا ہار بن رہا ہے اُتار کر قوم کی خاطر کوئی بہترین کام کریں مگر ہمارے "مُنہ مارے" کیا بنتا جب تک حکم ربی نہ ملتا۔ آخر حیثیت بھی تو اپنا تقاضا اور خدمت بھی کرنی تھی۔ اپنے سے جو ہوتا رہا اچھا یا بُرا یہ خدا جانے عرصہ پندرہ سولہ سال تک کرتے رہے۔ اب خدا نے ایک نئی راہ نکال دی جسکا نہ سان نہ گمان تھا۔ مسٹر و مسز معز نے کپور تھلہ کیا چھوڑا ایسا جادو پھونک گئے کہ کپور تھلہ خاص میں کوئی مسیحی صورت دکھلائی ہی نہ دے۔ انسان ہزار کرے مگر ہوتا ہے وہی جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ موسم بہار آیا ہمارا غنچہ دل بھی کھلا۔ میرے اللہ نے سنوارے "ہم چنگے ہی چنگے"۔ خدا نے فرمایا کہ مصر کی غلامی کی زمین سے نکلکر اور کنعان کو چل۔ مگر کام نہ تو مصریوں کے سے کر اور نہ کنعانیوں کے سے۔ میرے حکموں کو دل سے حفظ کر اور میری شریعت کا دل سے پابند رہ۔ چل میرے بیٹے تجھے پنجاب کے تجارتی دار الخلافہ میں لے چلتا ہوں۔ یہاں کبھی مسیحیت کی اتنی گرم بازاری تھی کہ لوگ دور دور سے امرتسر کے مسیحیوں جناب بزرگ ڈاکٹر کلارک صاحب مرحوم۔ بزرگ پادری اعماد الدین صاحب۔ بزرگ عبد اللہ آتھم صاحب مرحوم۔ بزرگ پادری وارث الدین صاحب مرحوم کو دیکھنے آتے تھے۔ ان مسیحیوں کی زندگیوں نے اسے واقعی امرتسر (امرت جل) آبحیات بنا چھوڑا تھا جو پیاسا آتا تھا پیاس بجھا کر جاتا تھا۔ بس گئے گذرے زمانہ میں بھی جسے ترقی کا زمانہ لوگ کہتے ہیں مگر ہم روحانی معنوں میں تنزل کا زمانہ کہینگے ایک یادگار تو موجود ہے وہ ہے الگزینڈرا اسکول جسکی جوبلی بڑی آن بان شان سے ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء میں ہو چکی ہے۔ یہاں پر بھی مس کاکس صاحبہ پرنسپل مس وارڈ صاحبہ اور مسز داؤد سنگھ

سے دم غنیمت ہے۔ اسکول دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ اسکول کیا ہے کہ ایک سرسبز چمنستان ہے۔ تمام گل بوٹے خوشبودار اس باغ کی زینت بن رہے ہیں۔ مگر چراغ تلے اندھیرا۔ نامعلوم زمانہ ہمیں کیا کیا سکھلاتا ہے۔ اس اسکول کے نزدیک نہایت ہی مناسب جگہ پر اس بزرگ ڈاکٹر کلارک صاحب مرحوم کی یادگار میں ایک میموریل کھڑا زبان حال سے بتلا رہا ہے کہ اس یتیم کا کوئی بھی پرسان حال نہیں۔ یہ حیوانات اور چرواہوں کی آماجگاہ بن رہا ہے۔ دیسی تو دیسی انگریز بھی تو اسکی طرف توجہ نہیں دیتے۔ سی۔ ایم۔ ایس تو ترکیب بیچکر کام چلانے کی پڑی ہے کیا اچھا ہو اس میموریل کے گرد تار کا بنگلہ لگوا کر چند ایک پھولوں کے پودے لگوا دیئے جاتے۔ خیر یہ مشن جانے یا اُن کا سکریٹری۔ دیسی مسیحی تو ایسے کاموں سے سروکار ہی نہیں رکھتے۔ ان کے اپنے آباؤ اجداد کی قبریں خستہ ہو رہی ہیں۔ گویا باکلارک مرحوم کا میموریل کون سجائے۔ اس میموریل کے نزدیک ہی پرانے ڈاکخانہ کی عالیشان عمارت میں ہماری ریاست کپورتھلہ کا ایگزنڈرا **جگتجیت برڈوڈ انجنیرنگ کالج** منتقل ہو کر آگیا ہے اور عرصہ ایک سال سے اس نے اتنی ترقی کی ہے۔ کہ تعداد طلبا سو سے ڈیڑھ اور اب دو سو ہوگئی ہے۔ اور اب تو بجلی کی شاخ بھی کھولی گئی ہے۔ اور کالج نے اپنا انجن اور ڈائنمو بھی لگا لئے ہیں۔ جن سے پاور ہوس کالج اپنا مکمل ہوگیا ہے۔ سب انجنیر اور سیر سب اور سیر الیکٹرک مستری و انجنیر سبھی یہاں سے کامیاب ہو کر بڑی بڑی تنخواہوں پر اسوقت کام کر رہے ہیں جنکی تصاویر مع کام کی تعریف کالج کی پراسپکٹس میں (جو مفت درخواست آنے پر مل سکتا ہے) درج ہے۔ ہمارے چند ایک مسیحی نوجوان بھی جنکی کچھ مدد تو ہمارے مہربان مشنری صاحبان نے کی اور کچھ اُن کے والدین نے امتحان پاس کرکے آجکل کام پر لگے ہوئے ہیں۔ اور آزادانہ بڑے مزے سے کام کر رہے ہیں اور اپنا پیٹ پالکر والدین کی مدد کرتے ہیں۔ بہن بھائیوں کو اپنے سے بہتر بنا رہے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اب زمانہ آگیا ہے جب ایک ہاتھ میں کوئی ہنر ہوگا کوئی نہ پوچھیگا کہ یہاں تمہارے منہ میں کتنے دانت ہیں۔ کورس کوئی لمبا نہیں فقط محنت درکار ہے۔ سال سوا سال میں ایک انٹرنس پاس لڑکا اوورسیر بن سکتا ہے۔ سال بھی پورا نہیں ہوتا کہ طلبا بجلی کا کام سیکھکر برسر روزگار ہو جاتے ہیں۔ ہم اپنے مہربان مسیحی والدین سے ایک سوال کیا چاہتے ہیں کہ لڑکیوں کو تو بھلا آپ تعلیم دلا کر خانگی امورات کے لئے اچھی خاصی گھر گرہستن بیبیاں بنائینگے۔ یا انکو معلمہ کا کام دلائینگے یا جو مرض آجکل پھیل رہی ہے۔ کہ ہما شما مسیحی کی لڑکی لیڈی ڈاکٹر اور نرس بنادینگے ایک پاسبان کرپا ساگر نے بھائی نہالا کی مس صاحبہ سے پوچھا کہ بیٹی انٹرنس پاس کرکے کیا کروگی۔ بیٹی جس کا نام کرپی تھا کہنے لگی پادری صاحب لیڈی ڈاکٹر بنونگی۔ یہ خدا کی مہربانی ہے کہ ہماری بیٹیوں نے اس لائن میں خوب ترقی کی ہے اور کر رہی ہیں۔ مگر اب تو دیگر اقوام کی لڑکیاں بھی اس لائن کو بھر رہی ہیں۔ وہ دن جلد آنے والا ہے کہ وکیلوں کی طرح سے ڈاکٹروں کو بھی ٹکڑا نصیب نہ ہوگا۔ اور وہ دونوں کے دونوں کھڑے ہو کر رازق سے رزق کے لئے منت کرینگے۔ کہ حضرت میکائیل جلد رزق بہم پہنچائیں۔ بھلا اپنے لڑکوں کو انٹرنس کرا کے جو شاید یونیورسٹی کا امتحان بھی رہے کیا کرائینگے؟ اگر کالج میں داخل کرا دیا تو بی۔ اے پاس کرا کے پھر تو آپ خوش ہونگے۔ کہ آپ کا بیٹا بی۔ اے گریجوایٹ ہے۔ انگریزی یوں چباتا ہے جیسے مکی کے دانے۔ پھر کیا ایم۔ اے میں داخل کرائینگے کہ پروفیسر بنیں جب وہ پاس کرلینگے تو خاندان کا خاندان صبح دیا گایا کرینگے ع۔ ایم۔ اے بنا کے کیوں میری مٹی خراب کی۔ حضرات اپنے لڑکوں کو محنتی اور ہنرور بنائیے۔ ہم اب اس کالج میں آگئے ہیں اور ہم دل سے ہر مسیحی نوجوان کی ہر طرح سے اس کام میں مدد کرنے کو تیار ہیں اور ہم اس دن کے دیکھنے کے متمنی ہیں کہ جہاں ہمارے مسیحی نوجوان بی۔ اے اور ایم۔ اے پاس کرکے ٹیچر، پروفیسر، وکیل اور ڈاکٹر اور جج وغیرہ بن رہے ہیں وہاں ہم کو مسیحی اوورسیر سب انجنیر، انجنیر، الکٹریکل انجنیر، الکٹریکل مستری اور موٹر کے چلانے والے اور بنانے والے نظر آئیں۔ اب موقعہ ہے فوراً اشتہار بالا پتہ سے پراسپکٹس منگوا کر فیصلہ کریں کہ آپ کا بیٹا بعد امتحان انٹرنس یا ایف اے کیا کریگا۔

اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو ذیل کے پتہ پر ہم سے خط و کتابت کریں۔ یا خود ایک دن کے لئے تشریف لاکر کالج کا بچشم خود معائنہ فرمائیں۔ طلبا کا کام دیکھیں۔ سچ ہے ع

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

ہر مہینے کے پہلے ہفتے میں داخلہ ہوتا ہے۔ بورڈنگ ہاؤس کا انتظام اعلے سے اعلے ہے۔ یہ چند سطور اپنی قوم کے نوجوانوں کے مفاد کے لئے لکھ دی ہیں۔ امید ہو کہ آپ اپنی بہتری کی خاطر ہماری اس رائے کی قدر کرینگے۔ آپ یہ سنکر بہت خوش ہونگے کہ بہت سے مسیحی طلبا کے والدین نے ہم سے درخواست کی تھی کہ اُن کے لڑکوں کو کالج ہذا میں داخل کرایا جائے۔ چنانچہ آج کئی ایک تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور بہت سی درخواستہائے مزید داخلہ کے لئے آرہی ہیں آپ بھی اپنا لڑکا بھیجکر اسکو کام کا انسان بنا دیجئے۔

آپ کا قومی خادم۔ ایم۔ این بوز سابقہ وکیل و میونسپل کمشنر ریاست کپورتھلہ حال سکریٹری جگتجیت برڈوڈ انجنیرنگ کالج گرینڈ ٹرنک روڈ۔ امرتسر

ریویو

مسیح کی شان از روئے قرآن

(از قلم حقیقت رقم جناب پادری واعظ صاحب)

اگرچہ یہ مضمون نیا نہیں۔ برادران اسلام کی خدمت میں ہمیشہ پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اپنی طرز میں نرالا ہے۔ شمع تو وہی ہے مگر فانوس جدا ہے۔ میٹیریل وہی ہے مگر طریقہ دلآویز ہے۔ غرض اس رسالہ سے یہ ہے کہ کس طرح ہمارے برادران وطن مضمون کو ایک نظر دیکھ لیں۔ افسوس یہی ہے کہ وہ دیکھتے ہی نہیں۔ وہ کسی مسیحی مصنف کی تصنیف کو دیکھنا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ ناول پڑھتے ہیں قصے کہانیاں سنتے ہیں۔ مخرب اخلاق ناول ہر وقت ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ مگر نجات کی راہ سے بھاگتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی کتاب نہیں کہ جس میں اسلام پر اعتراض ہوں جو انکو برے معلوم ہوں۔ وہ مسیح کو مانتے ہیں۔ وہ

اسکو پیغمبر جانتے ہیں یہ بھی جانتے ہیں کہ قرآن میں اُن کا ذکر خیر ہے اگرچہ وہ اسکو بخوبی نہیں جانتے کہ قرآن میں آپ کی شان میں کیا کچھ ہے۔ کاشکہ وہ جانتے تو کسقدر قرآن اُن کی نظر میں عزیز ہوتا۔

یہ نیا رسالہ ہمارے عزیز اور سیالکوٹی خواجہ صاحب نے تصنیف فرمایا ہے۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ اپنے بھائیوں کیواسطے کس قدر درد انکے دل میں ہو۔ اس میں قرآن کی صرف اُن آیات کا بیان ہو جو مسیح کے حق میں ہیں۔ میں برادران اسلام کو خدا کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ اگر آپ قرآن کو کلام اللہ مانتے ہیں تو اسکی ان آیات کو دیکھیں۔ خواجہ صاحب نے اس میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کیا۔ بے کم وکاست آیات معہ ترجمہ درج کردی ہیں قیمت صرف ۳ر

پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور۔ میتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ اور نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی الہ آباد سے مل سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ (بقیہ مراسلات دیکھئے صفحہ ۱۱)

مسیحی خبریں

کنیئرڈ گرلز ہائی سکول لاہور کا نہائت شاندار پچاس سالہ جشن

گذشتہ ہفتہ میں سکول ہٰذا کی جوبلی بصدارت ہز ایکسلنسی سر جیفرے دے مانٹمورنسی نہائت شاندار طور پر منائی گئی۔ اسکول کے احاطہ کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ سجایا گیا تھا۔

ہز ایکسلنسی نے اپنے خطبہ صدارت میں اسکول کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اسکول پنجاب کی علمی تاریخ میں ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے۔

اتوار کے دن اسکول کے احاطہ میں متحدہ عبادت ہوئی جس میں عالیجناب پادری ٹھاکرداس صاحب ایم۔ اے پاسٹر نولکھا چرچ کا وعظ نہایت دلچسپ تھا جسکو کنیئرڈ

اشاعت میں ہدیہ ناظرین کرینگے۔ (اڈیٹر)

ناظرین نور افشاں یہ سُنکر نہایت خوش ہونگے کہ آیندہ کے لئے ہم نے یہ انتظام کیا ہے کہ عالیجناب پادری ٹھاکرداس صاحب کے وعظوں کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کرتے رہیں نور افشاں کا گیارھواں صفحہ پادری صاحب موصوف کے لئے نہایت مناسب جگہ ہوگی ان وعظوں کا عنوان "نولکھا ہار" ہوگا۔ یقین ہے کہ پاسبان صاحبان کو ان وعظوں سے بیحد فائدہ ہوگا۔ (اڈیٹر)

اطلاع

یو۔ پی۔ بسنڈ پنجاب متعلقہ امریکن مشن پنجاب مورخہ ۱۲ و ۱۵ اپریل ۱۹۲۹ء کو بمقام سی۔ ٹی۔ آئی سیالکوٹ منعقد ہوگی۔ ۲۶۔ مارچ ۱۹۲۹ء کو نہیں ہوگی۔ اور سکا نفرنس ۳۰ مارچ ۱۹۲۹ء کی شام سے شروع ہوگی۔ ممبران بسنڈ مہربانی سے یاد رکھیں۔ برکت مسیح کلرک۔ یو۔ پی سنڈ پنجاب

(جہلم مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۲۹ء)

جلسہ تقسیم انعامات

مشن میموریل مشن ہائی سکول دھاریوال کا جلسہ تقسیم انعامات زیر صدارت عالیجناب فیض انتساب مسٹر پی ارسٹن صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور بروز بدھ بتاریخ ۲۰/۲/۲۹ بوقت ۲½ بجے شام سکول گراؤنڈ میں منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد قریبا دو ہزار تھی۔ جو کہ نہایت یورپین۔ ہندو۔ سکھ۔ مسلمان اور دیسی عیسائی اصحاب پر مشتمل تھی۔ جلسہ کا پروگرام مختصر مگر نہایت دلچسپ تھا سکول بینڈ۔ گراموفون کے ساتھ ڈرل اور سکاؤٹس کی کھیلوں پر خصوصاً ناظرین محو حیرت ہوگئے۔ اور گنز صاحبان نے اظہار مسرت گرانقدر عطیہ جات کی صورت میں کیا۔ جن میں سے سردار اسار سنگھ صاحب رئیس اعظم کھنڈہ۔ کپتان گوپال سنگھ بھاگووالیہ سردار ایشر سنگھ صاحب چھاونی۔ سردار جواہر سنگھ۔ سردار جواہر سنگھ صاحب گورداسپوری۔ ایم اور ڈاکٹر محمد شریف صاحب سکنہ کھنڈہ خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ انعامات کی تعداد خاصی تھی۔ جو کہ بموجب منشا صاحب صدر۔ مسز ڈاکٹر ڈی۔ آر۔ گارڈن کے اپنے دستِ مبارک سے تقسیم فرمائے۔ بعد ازاں پریذیڈنٹ صاحب نے اُردو زبان میں ایک فصیح تقریر فرمائی۔ جس میں منیجر صاحب ڈاکٹر ڈی۔ آر۔ گارڈن ہیڈ ماسٹر صاحب مسٹر بشیر الدین بی۔ ایس۔ سی۔ بی ٹی اور سکول سٹاف کی تعریف نہایت پرزور الفاظ میں فرمائی اور اسی سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے فوائد طلبا اور دیگر حضار مجلس پر واضح کی۔

راقم۔ سکریٹری ٹیچرز ایسوسی ایشن۔ دھاریوال

ہمیں بیحد رنج اور افسوس ہے کہ عصمت آبہ مسز قاضی خیر اللہ صاحبہ کا حقیقی بھائی جناب پادری عتیق اللہ صاحب ۱۳ ماہ حال کو کرنال میں دل کی حرکت بند ہوجانے کی وجہ سے فوت ہوئے۔

خدا آپ کے تمام اعزا واقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے

مختلف خبریں

امیر امان اللہ خاں کے دربار میں آفریدیوں اور مہمندیوں کی باریابی

پشاور ۲۳ فروری۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آفریدیوں اور مہمندوں کے جرگہ وفود اعلیٰحضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ آپنے گرمجوشی سے انکا استقبال کیا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان وفود کے ہر رکن کو مبلغ ایک ایک ہزار روپیہ بطور خلعت عطا فرمائے اور انکو ہدایت فرمائی کہ جب تک ابدلت کو تمہاری خدمات درکار نہ ہوں اپنے اپنے علاقوں میں صدر احکام کے منتظر رہو۔

ارکان وفد میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ اعلیٰحضرت نے ورود قندھار کے بعد ہی تنظیم و فراہمی سپاہ کا کام شروع کردیا تھا۔ اور اسی اثنا میں آپ تین بار غزنی کا دورہ فرماچکے ہیں۔

اور اب آپ کو امید ہے کہ اقتدار رفتہ کی تدابیر حصول میں غلزئی بقیہ ازبیش مدد دینگے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ملک کے دیگر اقطاع سے بھی اظہار اطاعت کے لئے وفود بھی آئے اور شرف آستانہ بوسی سے بہرہ اندوز ہوئے۔

رکن وفد کا بیان ہے کہ اعلحضرت کو قابل سے شہزادہ عنایت اللہ خاں کے چلے آنے کا حال اسوقت معلوم ہوا جبکہ شہزادہ موصوف کوئٹہ پہنچ گئے۔ اعلحضرت نے جب شہزادہ عنایت اللہ خاں سے کابل کے مستحکم قلعہ سے چلے آنے کی وجہ دریافت کی تو آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا شہزادہ نے تمام قصہ بیان کیا اور کہا کہ حضرت صاحب شور بازار نے خونریزی کو روکنے کے لئے اسلام کے مقدس نام پر مجھ سے کابل چھوڑنے کی درخواست کی تھی۔

قندھار کی جامع مسجد میں اعلحضرت امان اللہ خاں کی تقریر

پشاور ۲۳ فروری۔ آفریدی وفد کا ایک رکن بیان کرتا ہے کہ جس وقت آفریدیوں اور مہمندوں کے وفود اعلحضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے تو آپ نے قندھار کی جامع مسجد میں ایک تقریر کی جس میں فرمایا۔

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں باغیوں سے خوفزدہ ہو گیا۔ یا کابل کی رعیت اور تعصب سے علیحدہ ہو کر میں نے وطن کے ساتھ غداری کی؟ نہیں! بہت سے مجھے کبھی جواب نہیں دیا اور نہیں بزدل ہوں میں سپاہی ہوں ہتھیار چلا سکتا ہوں مجھے باغیوں کی پروا نہیں جس وقت چاہوں قلعہ کابل کو مسخر کر سکتا ہوں تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جو لوگ میرے معتمد علیہ تھے۔ انہوں نے غداری کی۔ بعض وزراء اور حضرت صاحب شور بازار نے مجھے فریب دیا۔ حضرت صاحب قرآن مجید لیکر میرے پاس آئے اور درخواست کی کہ برائے خدا خونریزی کو روکنے کے لئے آپ کابل سے باہر تشریف لے جایئے۔

میں نے غداروں کی ایک مجلس طلب کی اور سوال کیا کہ آیا کہ آیا میرا تاج و تخت سے دست بردار ہونا کسی طرح بھی میری عزیز رعایا کے لئے مفید ہوگا۔ انہوں نے خدا کے پاک کی قسمیں کھا کھا کے یقین دلایا کہ میری دست برداری سے حالات کا بد سے بدتر ہونا رک جائیگا میں نے ان غداروں کو یقین دلایا تھا کہ میں شاہی اختیارات کا دلدادہ نہیں ہوں اور خونریزی سے بچنا چاہتا ہوں۔ اس پر میں اپنے بھائی سردار عنایت اللہ خاں کے حق میں تخت سے دست بردار ہو گیا۔ اگر یہ وزراء غدار نہ ہوتے تو میرے بھائی سردار عنایت اللہ کو دھوکہ نہ دیتے۔ کیا وہ غدار کابل میں اپنی کامیابی کے خواب دیکھ رہے ہیں! کیا وہ کامرانی کے متوقع ہیں! جب تک میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ باقی رہیگا۔ میں ان بد عہدوں کو سزا دینے کی کوشش کرونگا جنہوں نے اسلام قوم اور وطن کے ساتھ غداری کی۔

جنرل نادر خاں لاہور میں

۲۲ فروری کی رات کو جنرل نادر خاں کی آمد پر لاہور ریلوے سٹیشن پر عظیم الشان مظاہرہ ہوا اسکی مثالیں اس سے قبل بہت کم دیکھنے میں آئی ہیں۔ صحیح ہے کہ پانچ سات ہزار اشخاص کا جمع ہو جانا لاہور جیسے شہر میں کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن ایک ہی مقصد کیلئے مختلف الخیال اور مختلف العقائد جماعت کے افراد کا اتنی تعداد میں جمع ہونا اس مقصد کی اہمیت کی ایک بین دلیل ہے۔ اور جنرل نادر خاں کے لاہور پہنچنے پر لاہور کی تمام جماعات و اقوام کے افراد کی ایک تعداد عظیم کا انہیں یہ پیغام سنانے کے لئے لاہور کے سٹیشن پر جمع ہونا کہ "ہم غازی امان اللہ خاں کو تخت افغانستان پر دیکھنا چاہتے ہیں"۔ اس ہمدردی اور عقیدت کا نہایت ہی درخشاں ثبوت ہے جو اہل ہند کو شاہ امان اللہ خاں کے ساتھ ہے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ تمام پلیٹ فارم پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ہر شخص اسبات کی کوشش میں تھا کہ وہ افغانستان کے اس ایماندار فرزند کی زیارت سے مشرف ہو جسکی تمنا امیر امان اللہ خاں کے عہد اعظم کے قرنشت سے فعل میں آنے کا سبب ہوئی۔ دھکم دھکا اور ریل پیل میں کئی اصحاب کی گھڑیاں گر گئیں اور وہ انہیں اٹھا سکے بعض ٹوپیاں کھو بیٹھے۔ بہر حال یہ غنیمت ہے کہ کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش نہ آیا جسکا وقوع اس قسم کے ہجوم میں یقین ممکن ہے۔

جنرل نادر خاں تدبر میں بھی اتنی شہرت رکھتے ہیں جتنی سپہگری میں انکے دل میں افغانستان کا اور ملت افغانیہ کا درد ہے۔ انہوں نے فرانس میں رہ کر بسا اوقات یورپ کی سیاست کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ اسلئے ہمیں تو پہلے ہی یقین تھا کہ بابائے خلافت شیخ میں اور مولانا محمد علی دہلی میں امیر امان اللہ کے خلاف انہیں جو چاہیں کہیں۔ انکی عقیدت میں جو انہیں افغانستان کے اس تاجدار امیر امان اللہ خاں کے ساتھ ہے ہرگز فرق آئیگا۔ الحمد للہ کہ یہ قیاس صحیح نکلا اور جنرل نادر خاں نے نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اسبات کا اعلان کر دیا کہ

جب تک امیر امان اللہ خاں تخت افغانستان پر نہ بیٹھ جائیں گے۔ اسوقت تک میں چین نہ لونگا۔

ان کے سفر کی غرض وغایت کے متعلق جو قیاس آرائیاں کی جا رہی تھیں وہ سب اس اعلان سے باطل ہو گئیں اعدائے افغانستان جو توقعات دل میں لئے بیٹھے تھے اُن پر اوس پڑ گئی اور جن لوگوں نے چور بازاری ملا اور بچہ سقہ کے ایجنٹوں سے امداد و اعانت کے وعدے کر رکھے تھے وہ خائب و خاسر ہوئے ہماری دعا ہے کہ جنرل نادر خاں جس مقصد کو لے کر اٹھے ہیں اس میں انہیں کامیابی ہو اور جلد تخت افغانستان پر دوبارہ شاہ امان اللہ خاں سے زینت پائے۔

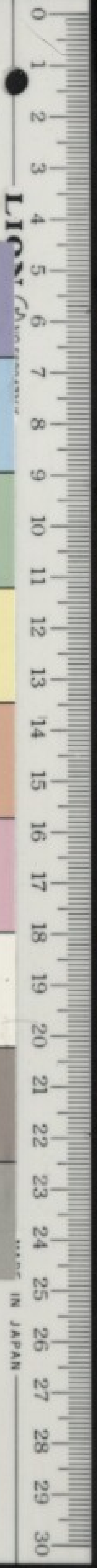
این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد (زمیندار)

کُل دنیا میں اسوقت تین کروڑ پچیس لاکھ ٹیلیفون زیر استعمال ہیں۔ ان میں سے برطانیہ عظمے میں ۱۶ لاکھ ۳۳ ہزار ۸ سو ۲ ہیں۔ امریکہ میں سو اشخاص کی آبادی کے پیچھے ۱۶۰۵ ٹیلیفون ہیں۔ برطانیہ کلاں کا نمبر اس سلسلہ میں دسواں ہے۔ جہاں سو کے پیچھے صرف ۳۰۷ ٹیلیفون ہیں۔

برطانی عجائب گھر میں ایک ایسا کلاک رکھا جا رہا ہے جسے سال بھر میں صرف ایک دفعہ چابی دینے کی ضرورت پیش آئیگی +

سرکاری ریلوں کی ایک ہفتہ کی آمدنی

جدید دہلی ۲۶ فروری ہفتہ مختتمہ ۱۹ فروری ۱۹۲۹ء میں حکومت کی تمام ریلوے لائنوں کی آمدنی [illegible] لاکھ روپے ہوئی۔ یہ آمدنی سابقہ ہفتہ کی آمدنی سے [illegible] ۳ لاکھ روپے کم ہے۔



بقیہ مراسلات

مسیحیت کے بالمقابل احمدیت کی حالت

سمجھاؤں اپنے کفر کی گر رمز شیخ کو
بے اختیار بول اُٹھے اسلام کچھ نہیں

مرزا جی نے کہا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ جب ہم آپ کے دعوی کو قرآن کی اس آیت کی کسوٹی پر کہ "وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ" یعنی اے عیسیٰ میں تیرے ماننے والوں کو قیامت کے دن تک کافروں کے اوپر غالب رکھونگا" پرکھتے ہیں تو صاف صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ مرزا جی اپنے اس دعوی میں سچے نہ تھے کیونکہ مسیح ناصری کے متبعین پر پنجابی نبی کے مریدوں کو آج تک ہرگز وہ غلبہ حاصل نہ ہوا جسکا وعدہ خدا نے مسیح سے کیا۔ یہ وعدہ مسیح ناصری کی آمد اول کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ یوم قیامت تک عام ہے۔ پھر انجیل میں مسیح نے فرمایا "کہ دیکھو میں دنیا پر غالب آیا ہوں"۔ اس قرآنی اور انجیل بیان کے مطابق مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت یہ ہونا چاہئے تھا کہ مرزائیوں کو مسیحیوں پر غلبہ حاصل ہوتا۔ مگر واقعات شاہد ہیں کہ حالت برعکس ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب اپنے دعوے "مسیح موعود" میں سچے نہیں ہوسکتے۔

قادیانی اصحاب نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ سارے جہان کی جھوٹی خبریں جمع کرکے مسیحیت کو بدنام مسیحیوں کو رسوا اور عوام کو مسیحیت سے بیزار کرتے رہیں۔ اور سنا ہے کہ اس پروپاگنڈا کے لئے ایک خاص محکمہ "دار السلام" (قادیان) میں قائم ہے۔ نیز قادیانی گروہ ہر وقت یہی راگ الاپتا رہتا ہے کہ ولایت سے عیسائیت رخصت ہوچکی اور اب یورپین اور امریکن کے دل میں مذہبی احساس اور دینی جذبہ نہیں رہا اور جب ہم قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے ولایتی اسلام کا کیا حال ہے تو کہتے ہیں کہ سارا یورپ مسلمان ہوگیا۔ پنجابی نبی کی امت کو خدا کی طرف سے یہ سزا مل رہی ہے کہ ان کا ہر ایک ایسا بیان بذات خود اس کی تردید کرتا ہے۔ لیکن ان حضرات کو دیکھئے کہ اندھا دھند اپنی ڈگڈگی پیٹتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ہم آپکو ان کی جھوٹ کہانی ان کی اپنی ہی زبانی سناتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ

بمقام قادیان میں مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے ایک تقریر کی جو الفضل میں شائع ہوئی ہے۔ مندرجہ ذیل اقتباس لفظ بلفظ اس تقریر سے منقول ہے۔ تاکہ صاحبان فہم و فراست دیکھیں کہ ولایت میں مسیحیت کے بالمقابل احمدیت کی حالت کیا ہے۔

"اس وجہ سے کہ میں مغربی دنیا سے آیا ہوں بجا طور پر مجھ سے امید کی جاسکتی ہے کہ میں انگلینڈ کے حالات بیان کروں۔ ۔ ۔ ۔ ایک مرتبہ ایک بڈھا اور اسکی بیوی ہمارے پاس سے گذرے۔ ان سے میں نے کہا کہ یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ ایک انسان کو خدا سمجھا جائے اور میں سمجھتا تھا کہ وہ سوسائٹی کے قواعد کے لحاظ سے واس پر برا نہیں منائیگا۔ لیکن اس نے کہا۔ **میں ایسا ہی** (یعنی مسیح کو خدا۔ خان) **سمجھتا ہوں**۔ دوسری ایک ٹائپسٹ عورت ہے جسے (احمدیہ) مشن میں ملازم رکھی تھی۔ ایک دفعہ ایک مضمون اسے ٹائپ کرنے کو دیا گیا۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ مسیح خدا نہیں تھا۔ جب اس نے اسے **دیکھا** تو **اسکی حالت متغیر ہوگئی**۔ اور اس نے **صاف** کہہ دیا کہ میں یہ **ٹائپ نہیں کرسکتی**۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ **واقعی بعض لوگ ایسے ہیں جو مسیح کو خدا سمجھتے ہیں**۔ ۔ ۔ ۔ میں ایک بار برٹش میوزیم میں بیٹھا ہوا ایک مضمون لکھ رہا تھا۔ وہاں ایک کتاب میں میں نے یہ دعائیہ الفاظ دیکھے اگر دنیا میں کبھی مسیح کی ضرورت تھی تو آج بھی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک شخص جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا ممبر تھا ہمارے پاس آیا اور بالآخر مسلمان ہوگیا۔ اس نے کہا کہ **ابھی میرے اسلام کو ظاہر نہ کریں**۔ کیونکہ میرے ماں باپ بڑھے ہیں۔ اگر انہیں پتہ لگ گیا تو وہ غم سے مرجائینگے۔" (الفضل ۵ جنوری صفحہ ۵-۷)

یہ ہے اس گروہ کے ایک مبلغ کا بیان جنہوں نے بالعموم اپنے دلوں کو پتھر سے بھی زیادہ سنگین بنا رکھا ہے لیکن آپ بغور ملاحظہ فرمائیں کہ خدا اس کے منہ سے کیا نکلواتا ہے۔

(اول) یہ کہ ایک مسیحی لڑکی نے اس مضمون کو جو مسیح کی الوہیت کی تردید میں تھا۔ ٹائپ کرنے سے صاف صاف انکار کردیا۔ وہ اسقدر راسخ الاعتقاد مسیحی تھی کہ ایسے منحوس اور نامعقول احمدی مضمون کو دیکھتے ہی اسکی حالت "متغیر" ہوگئی۔ اس نے دنیا کو دین پر اور دولت کو مسیح کے نام پر قربان کردیا۔ اور احمدی مشن پر لات مار کر چلی گئی۔

(دوم) اس بڈھے کا مسیحی ایمان دیکھئے جو راہ میں ملا درد صاحب کے دل میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ کوئی انگریز آج مسیح کی انسانیت کے ساتھ اسکی الوہیت کا قائل نہیں ہے۔ مگر بڈھے نے منہ توڑ جواب دیا اور کہا کہ ہاں میں مانتا ہوں کہ مسیح خدا ہے۔ اس جواب تلخ سے درد صاحب کے زخموں پر یہاں تک نمک پاشی ہوئی کہ شدت درد کے مارے پھر اس سے مخاطبت کی جرأت ہی نہ کی۔

(سوم) درد صاحب کہتے ہیں کہ ولایت کے انگریز والدین کے مسیحی ایمان کی پختگی اور احمدیت سے بیزاری یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ اگر وہ سن لیں کہ ان کا کوئی لڑکا یا لڑکی احمدی بن گئی تو وہ موت کو زندگی پر ترجیح دیتے اور مارے غم کے مرہی جاتے ہیں۔

تعجب ہے کہ درد صاحب ان کھلے نشانوں کی موجودگی میں صداقت کی عزت اور ضمیر کی آواز کو کس طرح دھکے دے رہے ہیں۔ یہ ساری مثالیں صریح طور پر اس بات کو ثابت کر رہی ہیں کہ ولایتی مسیحی اب تک مسیحیت اور مسیح پر جان و مال فدا کر رہے ہیں۔ مگر نشۂ احمدیت کے سرور کا اثر دیکھئے کہ اب تک یہی کہتے جا رہے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) کا انگلستان کے لوگوں پر رعب ہے" (صفحہ ۵) سچ کہا تھا دلی کے ایک شاعر نے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

اب اس کے مقابل ولایتی مرزائیوں کی ایمانی حالت اور دینی غیرت کا حال بھی سنئے۔ ہماری بجائے درد صاحب کی زبانی سنکر آپ کو یقیناً زیادہ لطف آئیگا۔ سنئے وہ صاحب فرماتے ہیں کہ "وہ انگریز مسلمان ہوگیا۔ مگر اس نے کہا کہ **ابھی میرے اسلام کو ظاہر نہ کریں**"۔

کیا یہی وہ احمدیت ہے جو یورپ سے مسیحیت کو نکال کر لوگوں کو حضرت مسیح موعود کے قدموں کے پاس لارہی ہے؟

ہاں ہمارے احمدی بھی تو مجبور ہیں کیونکہ اگر وہ اپنی خانہ ساز مسیح کے تابوت کو زمانے کا تابہ کر دیں تو مسلمانوں کی جیبوں سے لاکھوں روپیہ سالانہ چندہ کیسے نکال سکیں۔ تاہم اہل دنیا پر ولایتی احمدیت کی حقیقت روز بروز زیادہ سے زیادہ کھلتی جا رہی ہے۔ اور یہ اہل قادیان کو بھی معلوم ہے کہ مسیح کے کسر قد۔ مخالف سپرد خاک ہو چکے ہیں مگر مسیحیت کا جلال روز افزوں ترقی پر ہے تو جو اس پتھر پر گریگا وہ چکنا چور ہو جائیگا؟

یہ نور خدا ہے جو بجھائے نہ بجھیگا
پھونکو دم ہے اگر تجھ میں تو آ۔ تو بھی بجھا دیکھ

خاں

ریویو

بر

ہمارا قرآن

(از قلم حقیقت رقم جناب منشی کیدارناتھ صاحب منت)

ہم پہ اللہ نے اُتارا ہے ہمارا قرآن
بائبل میں یہی سارا ہے ہمارا قرآن
اپنا سب چھانٹ لیا چھانٹ کے جو چھوڑ دو
وہ تمہارا یہ ہمارا ہے ہمارا قرآن
آج الہام پہ ہے بائبل ایک مہر منیر
ماہ پارا ہے ستارا ہے ہمارا قرآن
این ٹیسٹی منٹ ہے یہ بائبل الصاحب کو
کرتا اس پر بھی اشارا ہے ہمارا قرآن
اقتباسات جو قرآن بن گئے وہ کرکے الگ
رہ گیا آپ کنارا ہے ہمارا قرآن
بائبل اصل ہے یہ فرع اسی نخل کی ہے
رکھتا اس پر ہی سہارا ہے ہمارا قرآن
دشمن اسلام کا ٹھہرا ہے عیسائیوں کو
بانیٔ لطف و مدارا ہے ہمارا قرآن
وہ جو اسلام سے اور عیسویت سے ہیں نفور
کب کہاں انکو گوارا ہی ہمارا قرآن
تم گر داس یہ کہ وہ تم پہ گرے تم ہی کٹو
خنجر تیز دو دھارا ہی ہمارا قرآن

خانۂ دوست بروب و در دشمن تو مکوب
اس مثل پر عمل آیا ہے ہمارا قرآن
لفظ با الفاظ کہیں معنی و مطلب ہیں کہیں
منتخب دیکھ لو سارا ہے ہمارا قرآن
لنگر انداز نہیں ہوتا ہے مسلم کا جہاز
بحر ایماں پہ کرارا ہے ہمارا قرآن
بائبل کا جو سمجھتے ہیں مصدق اسکو
ایسے ہی یاروں کا یارا ہو ہمارا قرآن
یہ ہے مسلم کا محب ہے مسیحی کا عزیز
ہر قرینہ سے پیارا ہو ہمارا قرآن
بائبل کا جنہیں پڑھنا نہیں ہوتا ہے نصیب
ایسے بے چاروں کا چارا ہو ہمارا قرآن
بس آئے تو بہت کم ہیں مگر اے منت
تول انہیں واسطوں پیارا ہو ہمارا قرآن